شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری

فتاویٰ ثنائیہ

مرتبہ

مولانا محمد داؤد صاحب راز

"ادارہ ترجمان السنہ"

لاہور

فتاویٰ ثنائیہ

جس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ کے
۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے
کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔

محشی بحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلویؒ

جلد اوّل

مرتبہ
حضرت مولانا محمد داؤد صاحب رازؔ

ناشر
ادارہ ترجمان السنۃ، ۷۔ ایبک روڈ، لاہور

طبع — دوم

مطبع — اشرف پریس لاہور

تاریخ طباعت — فروری ۱۹۷۲ء

تعداد — ۱۰۰۰

قیمت جلد اوّل مجلد — ۲۸/- روپے

قیمت جلد ثانی مجلد — ۲۶/- روپے

کا[illegible] مجلد — [illegible]/- روپے

طابع وناشر

ادارہ ترجمان السنۃ

۷ ایبک روڈ۔ انارکلی لاہور

سوال[1]: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ شریعت اسلام ایسی مکمل ہے۔ کہ اب اس کے بعد دوسری شریعت کی آمد غیر ضروری اور محال ہے۔ اس پر چند سوالات خدمتِ عالی میں پیش کرنا چاہتا ہوں (اَلْیَوْمَ) یعنی آج سے کیا مراد ہے کیا جس دن یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ نزول آیت کے لحاظ سے آخری دن تھا جس کے بعد پھر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اگر یہ دن وحی کا آخری دن نہ تھا۔ تو بعد میں جو وحی نازل ہوئی۔ دین میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ تو اس کے کیا معنی ہوئے کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ جب کہ آج کے بعد بھی اور وحی نازل ہوئی۔ جو دین میں اس طرح شامل ہے جس طرح ہر ایک آیت داخل ہے۔ کہ اگر بعد والی آیت کو دین کے دفتر سے خارج قرار دیا جائے۔ تو کفر لازم آئے گا۔

جواب: دین کے معنی خاص احکامِ فریضہ ہیں یا قرآن و حدیث کے جملہ احکام اصول و فروع ہیں۔ ان دو اصطلاحوں میں سے ہم کسی خاص اصطلاح کو یہاں ترجیح نہیں دیتے بلکہ دونوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ دین محض اصولی احکام کا نام ہے یا مجموعے کا نام۔ اس کی تفصیل کے اندراج کی ضرورت نہیں۔ بلکہ قرآن اور سیرتِ محمدیہ سے جو مذہبی حکم ثابت ہو وہ دِین ہے۔ ہاں الیوم کے معنی پر سارا مدار ہے۔ اَلْیَوْمَ کے معنی یہاں دن کے نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے مراد زمانہ نبوت محمدیہ ہے۔ تعلیم اسلام چاہے وہ نازل ہو چکی تھی۔ یا کچھ حصہ باقی تھا۔ اور وہ بہت ہی غیر معتد بہ تھا۔ سب کو متصور فی الذہن رکھ کر ارشاد ہوتا ہے۔ کہ بس اب ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ یہ لفظ اَلْیَوْمَ وہی ہے جو اہل کتاب کے حق میں وارد ہے۔ کہ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ (پس اب اہل کتاب تمہارے دین کے فنا ہونے سے مایوس ہو گئے ہیں۔) اردو زبان میں آج اور اب میں فرق ہے۔ عربی میں دونوں کے لئے ایک ہی لفظ آتا ہے۔ پس معنی آیت کریمہ کے یہ ہیں۔

اب جب کہ قرآن مجید اور سیرتِ محمدیہ دُنیا میں شائع ہو چکی ہیں۔ ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ ان معنی سے کوئی آیت اس آیت کے نزول کے بعد میں اتری ہو تو کوئی حرج

---

[1] بہائیوں کی دماغی پرواز؟

نہیں۔ کیونکہ آپ کے لفظ سے کوئی خاص دن مراد نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ زمانۂ نبوت محمدیہ میں دین مکمل ہوگیا۔ اس کے بعد کوئی جدید نبی یا رسول شارع یا غیر شارع نہیں آسکتا۔ فاندفع ما اورد۔ (اہلحدیث ۴ر جولائی ۱۹۴۱ء)

بہائیوں کا ایک اور سوال

نوٹ:۔ علماء اسلام خصوصاً علماء حدیث اس سوال کو بنظر غور پڑھیں۔ اور اندازہ کریں کہ آج اسلام اور قرآن مجید پر کیسے کیسے اعتراضات ہوتے ہیں۔ پرانے زمانہ کا علم کلام آج اسی طرح تقویم پارینہ ہوگیا ہے۔ جس طرح پرانے زمانہ کا فلسفہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا ارشاد مجھے ہر وقت یاد رہتا ہے کہ جو عالم اپنے زمانہ کے اہل بدعت اور اہل الحاد کا جواب نہ دے سکے۔ اس کو علم سے حصہ نہیں ہے۔ موصوف اپنے زمانہ کے جید متکلم تھے۔ جنھوں نے اپنے ہمعصر معترضین کو کافی شافی جوابات دئے ہیں۔ اگر آپ اس زمانہ میں زندہ ہوتے تو مقتضائے حال کے ماتحت اپنے طرز تحریر میں ضرور کچھ تبدیلی فرماتے۔ خیر مجھے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں بمقصود صرف یہ بتانا ہے کہ جس طرح کوئی حملہ آور اسلحۂ جنگ میں تبدیلی کرتا ہے۔ اسی طرح مدافعت کرنے والا بھی تبدیلی پر مجبور ہوجاتا ہے آجکل کی جنگ یورپ اس تبدیلی کا واضح نمونہ ہے۔ اور ہمارے دعوے کا ثبوت۔ بہرحال (یہ) سوال معترضین کے صرف ما فی الضمیر کو ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ مخالفت کی نوعیت بھی بتاتا ہے اس لئے ہم اس کو بہ تمام ہی نقل کرتے ہیں جو یہ ہے۔

(۱) اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ میں اکمال دین سے کیا مقصود ہے۔ اصول دین کے اعتبار سے اکمال ہوا یا فروع کے لحاظ سے یا دونوں پہلوؤں سے۔ اگر فرمائیے کہ اصول دین کے لحاظ سے اکمال ہوا ہے۔ تو ایسا اکمال بہت عرصہ پہلے ہوچکا ہے۔ اَلْيَوْمَ یعنی آج کی تخصیص کیا ہے۔ وہ آیات قرآن جو اصول دین کے متعلق ہیں۔ آج یعنی اس آیت کے نزول سے کافی عرصہ پہلے نازل ہوچکی ہیں۔

کیا یہ واقعہ نہیں ہے۔ اصول دین کے لحاظ سے تو اکمال دین ظہور محمدی سے بھی پہلے دیگر پیغمبروں کے ذریعہ ہوچکا ہے۔ دینی اصول میں سے وہ کونسی بات ہے جو پہلے نازل ہوچکی ہو اور اب قرآن مجید میں نازل ہوئی ہو۔ قرآن مجید میں صاف صاف ارشاد ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئی بات نہیں لائے۔ اصول دین میں وہی

نہیں۔ کیونکہ اب کے لفظ سے کوئی خاص دن مراد نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ زمانہ نبوت محمدیہ میں دین مکمل ہوگیا۔ اس کے بعد کوئی جدید نبی یا رسول شارع یا غیر شارع نہیں آسکتا۔ فاندفع ما اورد۔

(اہلحدیث ۴ر جولائی ۱۹۴۱ء)

بہائیوں کا ایک اور سوال

نوٹ:۔ علماء اسلام خصوصاً علماء حدیث اس سوال کو بنظر غور پڑھیں۔ اور اندازہ کریں کہ آج اسلام اور قرآن مجید پر کیسے کیسے اعتراضات ہوتے ہیں۔ پرانے زمانہ کا علم کلام آج اسی طرح تقویم پارینہ ہوگیا ہے۔ جس طرح پرانے زمانہ کا فلسفہ۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا ارشاد ہمیشہ ہر وقت یاد رہتا ہے کہ جو عالم اپنے زمانہ کے اہل بدعت اور اہل الحاد کا جواب نہ دے سکے۔ اس کو علم سے حصہ نہیں ہے۔ موصوف اپنے زمانہ کے جید متکلم تھے۔ جنھوں نے اپنے ہمعصر معترضین کو کافی شافی جوابات دیئے ہیں۔ اگر آپ اس زمانہ میں زندہ ہوتے تو مقتضائے حال کے ماتحت اپنے طرز تحریر میں ضرور کچھ تبدیلی فرماتے۔ خیر مجھے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ جس طرح کوئی حملہ آور اسلحہ جنگ میں تبدیلی کرتا ہے۔ اسی طرح مدافعت کرنے والا بھی تبدیلی پر مجبور ہو جاتا ہے آجکل کی جنگ یورپ اس تبدیلی کا واضح نمونہ ہے۔ اور ہمارے دعوے کا ثبوت۔ بہرحال (یہ) سوال معترضین کے صرف ما فی الضمیر کو ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ مخالفت کی نوعیت بھی بتاتا ہے اس لئے ہم اس کو بہ تمام ہی نقل کرتے ہیں جو یہ ہے۔

(۱) اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ میں اکمال دین سے کیا مقصود ہے۔ اصول دین کے اعتبار سے اکمال ہوا یا فروع کے لحاظ سے یا دونوں پہلوؤں سے۔ اگر فرمایئے کہ اصول دین کے لحاظ سے اکمال ہوا ہے۔ تو ایسا اکمال بہت عرصہ پہلے ہوچکا ہے۔ اَلْیَوْمَ یعنی آج کی تخصیص کیا ہے۔ وہ آیات قرآن جو اصول دین کے متعلق ہیں۔ آج یعنی اس آیت کے کے نزول سے کافی عرصہ پہلے نازل ہوچکی ہیں۔

کیا یہ واقعہ نہیں ہے۔ اصول دین کے لحاظ سے تو اکمال دین ظہور محمدی سے بھی پہلے دیگر پیغمبروں کے ذریعہ ہوچکا ہے۔ دینی اصول میں سے وہ کونسی بات ہے جو پہلے نازل ہوچکی ہو اور اب قرآن مجید میں نازل ہوئی ہو۔ قرآن مجید میں صاف صاف ارشاد ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئی بات نہیں لائے۔ اصول دین میں وہی

باتیں آپ سکھاتے ہیں جو پیغمبروں نے بتائی ہیں۔ اور اگر کسی عالم کے خیال میں اصولِ دین کی کوئی تعلیم ایسی ہے۔ جو قرآن مجید میں ہی نازل ہوئی ہے۔ اور پہلی کتب آسمانی میں وہ بالکل موجود نہیں۔ تو عنایت فرما کر ایسی تعلیم بحوالہ کلام الٰہی پیش کرنی چاہیئے۔ لیکن ایسی تعلیم پیش کرتے وقت اُن آیاتِ قرآن کو بھی یاد رکھا جائے۔ جس میں صراحت سے یہ بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئی تعلیم نہیں لائے۔ وہی تعلیم لائے ہیں جو پہلے پیغمبروں کے ذریعہ دُنیا کو دی گئی ہے اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے۔ وہی صحفِ اولیٰ میں درج ہے۔ اور رسول کریم کو خدا نے حکم دیا کہ ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کیجیے (۲) یہ سوال تو اس پہلو سے ہے کہ اکمالِ دین اصول کے اعتبار سے تسلیم کیا جائے۔ اب اصول چھوڑ کر صرف فروعی لحاظ سے اکمالِ دین مانا جائے۔ تو اس میں دو نوں خرابیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ صرف فروعی لحاظ سے اکمال تسلیم کرنا اور اصولی لحاظ سے عدمِ اکمال ماننا۔ یہ تو عدمِ اکمال کا اقرار کرنا ہے۔ جب ایک کتاب میں اصول ہی نامکمل ہوں تو وہ کتاب ہرگز مکمل نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ فروع کا مکمل ہونا تو اصول کی تکمیل پر موقوف ہے۔ بغیر تکمیلِ اصول تکمیلِ فروع کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اور کوئی عاقل ایسا تسلیم ہی نہیں کر سکتا۔ کہ اصول نامکمل ہوں اور فروع مکمل ہوں۔ لہٰذا اصول کو چھوڑ کر صرف فروع کی تکمیل تو آیت اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ میں مراد ہرگز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا فروعی پہلو سے بھی اکمالِ دین قابلِ غور ہے۔ علماء کرام مہربانی فرما کر شریعتِ اسلام کا وہ مسئلہ معین فرما دیں جو صرف قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اور اس سے قبل کسی شریعت میں قطعاً موجود نہیں۔ کتبِ سابقہ کی شریعتوں کو بھی مدِنظر رکھیں۔ اور جب یہ یقین ہو جائے کہ فلاں مسئلہ شریعت صرف قرآن مجید میں ہے۔ دوسری کسی شریعت میں موجود نہیں۔ تو دیکھنا چاہیئے کہ اسی ایک یا چند فروعی مسائل کی بنا پر آج تکمیل کا اعلان کیا جا رہا ہے کیا وہ چند مسائل واقعی مدارِ تکمیل قرار دیئے گئے ہیں؟ اور کیا انھیں پر تکمیلِ دین کا انحصار تھا۔ یہ سب باتیں نہایت دقیقِ نظری سے دیکھنے کے قابل ہیں۔ علماء کرام سے پوری توجہ کی درخواست کرتا ہوں۔

(۳) اب رہی یہ صورت کہ اصول و فروع دونوں کے اعتبار سے تکمیل مراد ہے اس پر بھی غور کرنا چاہیئے۔

اصول کے اعتبار سے تو مسلّم ہے کہ دین ظہورِ محمدیؐ سے پہلے ہی مکمّل تھا۔ ورنہ بتایا جائے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سا امر اصول دین میں بالکل نیا ظاہر فرمایا ہے۔ جو پہلے پیغمبروں اور کتابوں نے قطعاً ظاہر نہ فرمایا تھا۔ اگر کوئی نئی بات اصول دین میں بالکل نہیں ہے تو پھر اس لحاظ سے آج تکمیل دین ہوئی اس کے کیا معنی ہوئے۔

فروع کے لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو بھی نہایت تدبر کی ضرورت ہے۔ تاریخ ادیان اور کتب آسمانی کا مطالعہ اس بات کو روشن کرتا ہے کہ اسلامی شریعت میں جو احکام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، میراث نکاح طلاق حلال، حرام ہیں وہ بحیثیت مجموعی ادیان سابقہ اور شرائع قبل میں موجود ہیں۔ (پیامبر دہلی۔ بابت مئی ۱۹۳۱ء)

جواب: لفظ الیوم کی تشریح ہم پہلے سوال کے جواب میں کر چکے ہیں۔ کہ اس سے مراد آج کا دن نہیں بلکہ اب ہے۔ آج کے مضمون میں اکمال دین پر بحث ہوگی۔ اصل بات یہ ہے کہ معترض صاحب اپنے منصب سے غافل ہو رہے ہیں۔ ہم ان کے منصب پر ان کو اطلاع دے کر جواب پر توجہ کرتے ہیں۔ بہائی دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید الہامی کتاب اور وحی الٰہی ہے۔ اور شیخ بہاء اللہ کے ظہور سے پہلے کل دنیا کے لئے یہی واجب العمل تھا بہاء اللہ ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور بعد بلوغت تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے دعویٰ کیا۔ کہ بقول بہائیاں ان کی کتاب اقدس سے قرآن مجید منسوخ ہو گیا۔ اب ہم بہائی معترضین کو کتاب اقدس کے ظہور سے پہلے زمانہ میں لے جا کر کسی وقت مخاطب کر کے پوچھ سکتے ہیں۔ کہ اس آیت قرآنی کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ اس وقت بہائیت کا اثر آپ کے دماغوں پر نہیں تھا۔ پس اسی وقت اس سوال کے مخاطب جیسے ہم تھے ویسے ہی بہائی بھی تھے پس ہم کہیں گے ؎

اے عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

بہائی دوستو! ہماری پیش کردہ تصویر محض فرضی نہیں ہے بلکہ واقعی ہے۔

یہ تصویر ہم نے اس لئے دکھائی ہے تاکہ اگر جواب الجواب میں ہمارے جواب کی تغلیط کریں۔ تو اس زمانہ سابق میں اپنے اعتقاد کی بھی تفصیل بتا دیں۔ کہ آپ لوگ اس وقت قرآن مجید کی اس آیت کے کیا معنی سمجھتے تھے کیونکہ ؏

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق

ہم اپنے سوال کو پھر دہراتے ہیں تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ بہاء اللہ کی

پیدائش سے پہلے قرآن مجید ہم جملہ کلمہ گویان دین (جن میں بہائی بھی شامل ہیں) کے نزدیک بطور الہامی کتاب واجب العمل تھا۔ اور اس کا ہر لفظ اس کے معنی بتانے میں صحیح تھا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا۔ اس زمانہ میں ہم دونوں گروہ محمدی اور بہائی ۔ یا یوں کہیے کہ سائل اور مجیب اس آیت پر غور کر کے اس کے معنی سمجھتے تھے تو صحیح پاتے تھے۔ وہ صحیح معنی کیا ہیں؟ سائل اگر جواب الجواب پر قلم اٹھائے تو ہمارے سوال کا جواب بھی دے کیونکہ بہائیوں کا اعتراض اگر قرآن شریف پر ہو تو وہ آریوں کی طرح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آریوں نے کسی زمانے میں بھی قرآن مجید کو الہامی تسلیم نہیں کیا۔ اور بہائی شیخ بہاء اللہ کے دعوے سے پہلے تسلیم کرتے آئے ہیں۔ فَاخْتَلَفَ

بہائی دوستو! ؎

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے ۔۔۔ آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کر

اب سنیے ہمارا جواب۔ اس بحث میں تین لفظ قابل غور ہیں (۱) اَلْیَوْمَ (۲) اکمال (۳) دین پہلے لفظ اَلْیَوْمَ کے معنی ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ اس سے مراد آج کا دن نہیں۔ بلکہ عہد رسالت مراد ہے۔ اسی طرح دین کے معنی بتا آئے ہیں۔ کہ اس سے مراد کل احکام متعلقہ عقائد و اعمال ہیں۔ آج کے جواب میں ہم لفظ اکمال پر بحث کریں گے۔ معترض نے اکمال کے جو معنی سمجھے ہیں وہ غلط ہیں۔ کیونکہ اکمال کے معنی میں نسبت داخل نہیں ہے۔ یعنی یہ بات ضروری نہیں کہ آج ہم جس چیز کی تکمیل کا دعویٰ کریں اس سے پہلے اسی نوعیت کی کوئی چیز تکمیل یافتہ نہ ہو۔ مثلاً لاہور کے ٹاؤن ہال میں سو کوٹھیاں ۱۹۲۸ء تک مکمل ہو چکی ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں ہم نے بھی ایک کوٹھی بنائی۔ جس میں سب سامان مہیا کیا گیا۔ مثلاً غسل خانہ، باورچی خانہ، مہمان خانہ اور پانی بجلی وغیرہ سب چیزوں کا انتظام کر کے مستری ہم کو اطلاع دیتا ہے کہ لیجیے حضور اب کوٹھی مکمل ہوگئی۔ مستری کی اس اطلاع کو سن کر کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے گا۔ کیوں صاحب پہلی سو کوٹھیوں میں کچھ نقص تھا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اکمال یا تکمیل کے مفہوم میں نسبت الی الغیر داخل نہیں ہوتی۔ بلکہ فی نفسہ اس کا مکمل ہونا مراد ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح قرآن مجید کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا دین خدا نے مکمل کر دیا۔ یعنی جن چیزوں کی ان کو بحیثیت مذہب ضرورت تھی ان کے متعلق ان کو احکام بتا دیے گئے۔ از قسم عقائد ہوں یا از قسم اعمال۔ اب ہمارے بیان

کے متعلق ادبی شہادت سُنئے۔ عرب جاہلیت کا مشہور شاعر طُرفہ بکری معلقہ ثانیہ میں اپنی ناقہ کی تعریف میں کہتا ہے ؎

لھا فخذان اکمل النحض فیھما   کانھما بابا منیف ممرد

میری اونٹنی کی ہر دو رانیں ایسی ہیں کہ ان میں گوشت مکمل بھرا ہوا ہے۔ گویا وہ کسی بڑی حویلی کے دروازہ کے دو بازو ہیں۔ اس شعر میں میری نظر لفظ اکمل پر ہے۔ جس کے ساتھ شاعر اپنی ناقہ کی تعریف کرتا ہے۔ یعنی بتاتا ہے کہ میری ناقہ کی رانوں میں گوشت مکمل طور پر بھرا ہوا ہے۔ کوئی شخص اس سے یہ نہیں سمجھے گا۔ کہ کسی اور اونٹنی میں یہ وصف نہیں ہے۔ چاہے واقعہ میں نہ ہو۔ ٹھیک اسی طرح آیت کریمہ کے معنی میں یہ مفہوم داخل نہیں ہے کہ غیر اسلام ادیان میں نقص ہے۔ چاہے واقعہ میں ہو۔ مگر آیت اس مفہوم کی مستلزم نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو ہم بتا آئے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ ہم (خدا) نے پوری کر دی ہے۔ اس دعوے کا ثبوت ہم قرآن مجید سے پیش کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیم نئی نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (پ ۲۶ ع ۱) (۲) مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ (پ ۲۴ - ع ۱۹) (۳) وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (پ ۵ - ع ۱۶) (۴) وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (پ ۳۰ - ع ۲۲)

ترجمہ:- (۱) آپ اے رسولِ خدا ؐ لوگوں کو کہہ دیجئے کہ میں نیا رسول نہیں ہوں۔ رسول مجھ سے پہلے بھی آتے رہے۔

(۲) اے رسول ؐ آپ کو خدا کی طرف سے وہی بات کہی جاتی ہے۔ جو پہلے نبیوں کو کہی گئی۔

(۳) ہم نے تم (مسلمانوں) کو اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی یہی حکم دیا تھا کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

(۴) ان اہل کتاب کو بزبانِ رسالتِ محمدیہ یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں۔ اخلاصِ نیت سے اسی کی طرف جھک کر اور نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ دیتے رہیں۔ یہی پختہ دین ہے۔

یہ آیت بصراحت بتاتی ہے۔ کہ بیشک قرآن مجید نئے احکام لے کر نہیں آیا۔ بلکہ وہی احکام ہیں جو سابقین انبیاء کرام کو وقتاً فوقتاً ملتے رہے۔ اب سوال یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن

مجید کی نئی شکل میں آنے کی ضرورت کیا ہے۔ اس اعتراض میں عیسائی بھی بہائیہ کے ساتھ مل جائیں گے۔ بلکہ یہود بھی۔ اس کا جواب ہم دینے کو حاضر ہیں۔ مگر بہائیہ خود سوچ لیں۔ کہ شیخ بہاء اللہ کے دعوے سے پہلے وہ بھی ہمارے ساتھ بوریہ نشین تھے۔ اس لئے اس اعتراض کے پیدا کرنے والے نہیں ہوں گے بلکہ ہمارے ساتھ مورد اعتراض ہوں گے پس ان کو اپنی پوزیشن سمجھ کر عیسائیوں کی تائید حاصل کرنی چاہیے۔

اس کا جواب قرآن مجید نے خود دیا ہے۔ پس وہی کافی ہے۔ وہ جواب سننے سے پہلے مدعیان کتاب کے حالات سننے جائیں۔ جو خود قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ توحید کی بجائے تثلیث اختیار کی گئی۔ بزرگان دین حضرت عزیرؑ وغیرہ کو خدا کا شریک بنایا گیا۔ مریمؑ کو ملکہ آسمانی اور مسیحؑ کو ابن اللہ کہا گیا۔ ہر قسم کے بدعات مذہب میں داخل کئے گئے۔ صحف مقدسہ میں تحریف و تبدیلی کی گئی۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ اس کا اظہار کر رہا ہے۔ بناوٹی مسئلے لکھ کر آسمانی حکم بتلائے جاتے تھے يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ملاحظہ ہو۔ بعض باتیں ظاہر کی جائیں اور بہت سی چھپائی جائیں۔ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا۔

رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے عقائد مخصوصہ سے نظر اٹھا بھی لی جائے تو اس سے نظر نہیں اٹھ سکتی۔ کہ ان دونوں گروہوں کی مسلمہ الہامیہ کتب میں بھی فرق ہے۔ جو صاحب اس فرق سے واقف نہ ہوں وہ دفتر اہلحدیث میں تشریف لا کر ملاحظہ کر جائیں۔

دریغ در چشم زدن۔ صحبت یار آخر شد۔ آہ تم آہ (راز)

مختصر یہ ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اپنے کتب مطہرہ سے بہت دور جا پڑے تھے اور کبھی راہ راست پر نہیں آسکتے تھے۔ جب تک کہ قوت قدسیہ والی کوئی ذات آ کر نہ سمجھائے۔ وہ قوت قدسیہ والی ذات ستودہ صفات صحف مطہرہ کے مضامین کو الہامی شکل میں بیان کرے تب کہیں جا کر یہ قومیں ہدایت یاب ہوں گی۔ ہمارے اس بیان کا ثبوت قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کریمہ سے ملتا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (پ۳۰۔ ع ۲۳) یہ آیت بہت سی مشکلات کا حل اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"سابقہ کتاب والے اور مشرک اپنے خیالی مذہب سے نہ ہٹتے۔ یہاں تک کہ اُن کے پاس بَیِّنہ یعنی اللہ کا رسول آجائے جو الہامی نوشتے ان کو پڑھ کر سنائے۔ جن میں مضبوط مسائل جو انسانی دست برد سے محفوظ ہوں"۔ اس آیت میں رسول اللہ کو اَلْبَیِّنَةُ کا خطاب دیا گیا ہے۔ اَلْبَیِّنَةُ مُثبت دعویٰ کو کہتے ہیں۔ یعنی شہادت حقہ سے بتایا گیا ہے۔ کہ اہل کتاب مشرک اور یہود اپنی ضد سے کبھی نہ ہٹ سکتے۔ کسی پادری یا عالم کا کہنا ان پر اثر نہیں کر سکتا تھا۔ جب تک قوت قدسیہ والا رسول آکر ان کو نہ سمجھائے۔

مثال کسی کالج کی بی اے۔ اور ایم اے کی جماعت اس قدر کمزور ہو کہ امتحان میں جانے کے لائق نہ سمجھی جائے۔ منتظمین کالج کی درخواست پر یونیورسٹی کی طرف سے کوئی ایسا تجربہ کار پرنسپل بھیجا جائے۔ جو اس جماعت کو اچھی طرح تربیت دے کر امتحان میں کامیاب کرا دے۔ تو کون کہے گا کہ اس پرنسپل کا آنا بیکار ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ طلباء کی خستہ حالی اور نالائقی مقتضی ہے۔ کہ کوئی لائق پروفیسر یا پرنسپل آئے اور ان کی اصلاح کرے۔

ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب وغیرہم بحکم آیت موصوفہ کبھی ٹھیک نہ ہوتے جب تک کہ رَسُوْلٌ اَلْبَیِّنَةُ اُن کے پاس نہ آتے۔ یہ آیت جہاں اہل کتاب کی خستہ حالی بتاتی ہے۔ قرآن اور رسول قرآن کی تشریف آوری کی ضرورت بھی ثابت کرتی ہے۔

بس: قرآن مجید اور رسول کریم نے اگر جو کام کیا۔ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ کل انبیاء کی تعلیم کو ستھرا اور صاف کر کے الہامی شکل میں دنیا میں پیش کیا۔ جب وہ الہامی شکل میں آگیا تو ارشاد ہوا۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ تم اس کلام کی پیروی کرو۔ جو خدا کی طرف سے تمہاری طرف اترا ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے یار دوست کی مت سنو۔

ہماری گزشتہ تقریر سے کئی ایک باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اوّل دین محمدی مکمل ہے۔ دوم دین محمدی انبیائے کرام کی اصلی تعلیم کا مجموعہ ہے۔ سوم۔ جو کچھ خرابیاں اہل کتاب نے دین میں پیدا کی تھیں۔ اسلام نے دین الٰہی سے ان کو پاک صاف کر دیا۔ اور ان خرابیوں کو ان کے بانیوں کی طرف منسوب کر گئے اپنے مخاطبوں کو فرمایا۔ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔ تم ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے مت چلو۔ جو تم سے پہلے گمراہ ہوئے اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا

اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے۔

نوٹ: یہاں تک تو ہم نے ادیانِ سابقہ کو مکمل تسلیم کیا اب ہم اس بات کا بھی ثبوت رکھتے ہیں۔ کہ ادیانِ سابقہ اسلام جیسے مکمل نہیں ہیں۔ اسلام ہے

کیا جانے تجھ میں کیا ہے کہ لوٹے ہے تجھ پہ جی یوں اور کیا جہان میں کوئی حسیں نہیں

قرآن مجید کتب سابقہ کی نسبت واقعی ایک مکمل کتاب ہے پہلے ہم اس کی ایک مثال پیش کرتے ہیں:-

"ہم نے ایک مکان بنایا جس کی حالت یہ ہے۔ کہ اس کی چار دیواری پر صرف چھت ڈالدی اور کواڑ لگا دیئے نہ دیواروں پہ پلستر کرایا اور نہ سفیدی کرائی۔ نہ پانی اور روشنی کا انتظام کیا۔ بلکہ محض سکونت کے قابل بنا دیا۔ جس میں گرمی سردی سے حفاظت تو کافی ہو سکتی ہے۔ مگر ضروریات زندگی کا انتظام مکمل نہیں کیا گیا۔ اس کے مقابلہ میں ہم نے ایک اور مکان بنایا۔ جس میں ان ضروریات کو ملحوظ رکھ کر انتظام مکمل کر دیا۔ یہ دوسرا مکان پہلے مکان کی نسبت بیشک اکمل ہے۔ اس مثال کی روشنی میں بیشک ہم بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کتب سابقہ کی نسبت بلاشبہ اکمل ہے۔ یعنی اس میں کچھ مزیت ہے۔ جو کتب سابقہ میں نہیں ہے۔ پس ناظرین کرام خصوصاً بہائی معترضین توجہ سے سنیں۔

نوٹ: عیسائیوں نے قرآن مجید کے مقابلہ میں کتب سابقہ سے مضامین پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ جو کچھ قرآن میں ہے۔ وہ سارے کا سارا ہماری کتب مقدسہ میں موجود ہے محنت اور جانفشانی میں انہوں نے یہاں تک ترقی کی کہ انبیاء کرام کے صحف کے علاوہ مسیح کے حواریوں کے معمولی تبلیغی خطوط کو بھی صحفِ انبیاء میں شامل کر لیا۔ جن کو اہل اسلام صحفِ انبیاء میں داخل نہیں سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں غیر نبی کی کوئی تبلیغی تحریر نبی کی الہامی تحریر کے برابر نہیں ہوتی۔ مثلاً مکتوبات مجدد صاحب الف ثانی کو وہ قرآن کی طرح ان کو الہامی نہیں مانتے۔ اور نہ مان سکتے ہیں۔ عیسائی لوگ اگر پولوس یا پطرس وغیرہ کے خطوط کو صحفِ مقدسہ میں شامل سمجھیں تو ان کو اختیار ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کو از روئے قرآن اس کا قائل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قرآن مجید ہمیں اُن صُحف کو ماننے کا حکم دیتا ہے۔ جن پر یہ آیت صادق آتی ہے۔ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ (پ ۱۔ رکوع ۱۶)

از خامۂ عنان،۔ باوجود اس کے ہم یہ کہنے میں باک نہیں سمجھتے۔ کہ عیسائی اپنی کوشش ل

میں کامیاب نہیں ہوئے۔ قرآن مجید بزبانِ حال اُن کو للکار کر کہتا ہے کہ میرے مقابلہ پر اپنی جنگجو فوج کے علاوہ ریزرو فوج بلکہ رنگروٹ بھی لے آؤ۔ تو بھی مقابلہ میں میں ہی غالب رہوں گا۔ کیوں سے

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آگئی   بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

تفصیلی جواب دین یا مذہب کی تعلیم کے چار حصے ہوسکتے ہیں۔ (۱) خدا کی ذات کے متعلق عقیدۂ صحیحہ کی تعلیم جو اس کی شانِ الوہیت کے لائق ہو۔ اور نبوت و رسالت کے متعلق۔ اس حُسنِ اعتقاد کی تعلیم۔ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہر حیثیت سے عام انسانی افراد سے برتر و ممتاز ہوتے ہیں۔ (۲) عبادتِ الٰہی کے متعلق تعلیم (۳) اخلاقِ فاضلہ کی تعلیم۔ (۴) قیامت یا جزا سزا کی ضرورت اور اثبات۔

ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ قرآن مجید نے ان چاروں حصوں کی تکمیل نہایت عمدہ پیرایہ میں بڑی وضاحت سے کی ہے۔ جو کتب سابقہ میں نہیں ملتی۔ اس کی تفصیل بہت طوالت چاہتی ہے ہم بطور نمونہ ایک ایک مثال بیان کرتے ہیں۔

خدا کی ذات و صفات کے متعلق بائیبل نے بہت کچھ بتایا ہے۔ اس وقت ہم بائیبل سے دو مثالیں پیش کرتے ہیں (۱) چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا۔ اور تازہ دم ہوا۔ (خروج باب ۳۱۔ فقرہ ۱۷)

یہ فقرہ صاف بتا رہا ہے کہ خداوند تعالیٰ آسمان و زمین بنا کر تھک گیا۔ اسی لئے اُس نے ساتویں دن آرام کیا۔ اور تازہ دم ہوا۔ قرآن مجید نے اس اصلاح یا تکمیل ان آیات میں فرمائی۔

(۱) اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِہِنَّ بِقَادِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی۔ (پ۲۶۔ ع ۱۴) کیا ان لوگوں نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ وہی اللہ جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور اُن کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں۔ اس پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کردے۔

(۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (پ۲۶۔ ع ۱۷)

یقیناً ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اور ہم کو کوئی تکان محسوس نہیں ہوئی۔ یہ دونوں آیتیں دراصل بائیبل کی اس کمی تکمیل کے واسطے نازل ہوئیں جو عبارت منقولہ بالا میں پائی جاتی ہے۔ ناظرین ذرا غور کریں۔ خدا کے

حق میں تازہ دم ہونے کا ذکر تھک جانے کی فرع ہے۔ اور تھک جانا ضعف قویٰ پر دلالت کرتا ہے جو خدا کی شان کے شایاں نہیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس نقص کو رفع کر کے پایۂ تکمیل کا فرض ادا کر دیا۔

دوسری مثال خدا کی شان کے متعلق بائیبل میں لکھا ہے۔۔ میں (خدا) باپوں کے گناہوں کا ان کے فرزندوں سے تیسری چوتھی پشت تک بدلہ لیتا ہوں۔

(خروج باب ۳۴۔ فقرہ ۶، ۷)

یہ حوالہ خدا کے عدل و انصاف پر سخت دھبہ ہے۔ کہ باپ کے گناہوں کی سزا اس کی تیسری چوتھی پشتوں کو جو بے گناہ ہیں دی جاتی ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے قرآن مجید میں کئی آیات آئی ہیں۔ ان سب کا مفہوم اس آیت میں آجاتا۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى (پ ۷۔ ع ۷) کسی کا گناہ دوسرے پر نہیں پڑے گا۔ یہ دو مثالیں بڑی وضاحت کے ساتھ بتا رہی ہیں کہ خداوند قدوس کا جو تصور قرآن مجید نے کرایا ہے۔ وہ اس تصور کی نسبت جو بائیبل نے کرایا ہے اعلیٰ و اکمل ہے۔

حضرات انبیاء کرامؑ کی طرف جو واقعات بائیبل نے منسوب کئے ہیں۔ اس کا نمونہ حضرت لوطؑ کے قصے میں ملتا ہے۔ کہ آپ نے شراب پی کر اپنی بیٹیوں کو بارآور کیا۔ (معاذ اللہ) (کتاب پیدائش ۱۹، ۳۰)

دنیا میں اس فعلِ قبیح کی ایسی کوئی مثال نہ ملے گی۔ قرآن مجید نے حضرات انبیاء کرام کی شان ہم فرمایا۔

(۱) أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (پ ۷۔ ع ۱۶)۔ یہ انبیاء کرامؑ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے راستہ دکھایا۔ پس اے رسولؐ تم بھی انہی کے راستہ پر چلو۔ (۲) إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ۔ (پ ۲۳۔ ع ۱۳) وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ط۔ ہم نے ان کو عاقبت کی یاد کے واسطے خالص کر لیا تھا۔ اور وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور نیک بندے تھے۔

عبادت کے متعلق بائیبل میں بیشک احکام ملتے ہیں۔ مگر عبادت کس طرح کی جائے اور کن اوقات میں کی جائے۔ اور اس کے داخلی اور خارجی شرائط کیا ہیں۔ ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں ہاں اتنا ملتا ہے کہ خداوند کے نام کی مدح کرو۔ لے خداوند کے بندو اس کی ستائش کرو (زبور ۱۱۳)

ال یہ بھی ذکر ہے کہ خداوند کی ستائش کرنا اور اس کے نام کی ستائش کے گیت گانا۔ اے حق تعالیٰ بھلا ہے۔ صبح کو تیری شفقت کا اور رات کو تیری امانتداری کا تذکرہ کرنا (زبور ۹۱) قرآن مجید نے عام طور پر امیر غریب سب کو نماز روزے کا حکم دیا ہے۔ اور روزہ رکھنے کے لیے رمضان کا مہینہ مقرر کیا ہے۔ اور صبح کی سفید دھاری سے لے کر رات کی سیاہی نمودار ہونے تک اس کا ظرف زماں (وقت) ٹھیرا دیا۔ ارشاد ہے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (پ۲-ع۷) نماز کے لیے بھی دن رات میں پانچ اوقات مقرر فرما دیئے صبح و شام اور عشاء کی نمازوں کے اوقات کے متعلق فرمایا۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ۔ (پ-ع)۔ نمازِ ظہر کے لیے سورج ڈھلنے کا وقت مقرر کر دیا۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (پ۱۵ ع۹)۔ نمازِ عصر کا وقت اس آیت میں معین فرمایا۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ یعنی پانچ نمازوں کی خصوصاً درمیانی نماز کی حفاظت کیا کرو۔ اسی طرح حج کے لیے بھی وقت مقرر کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ :۔ حج کے مہینے معلوم ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس زکوٰۃ کی تفصیل بھی بتا دی۔ ارشاد ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ۔ (الآیۃ)۔ یہ سب کچھ اصلاح و تکمیل کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔ (۴) اخلاقی حیثیت سے دو فعل ایسے بُرے ہیں جو تمدن کو خراب کر دیتے ہیں (۱) زنا۔ (۲) چوری یا ڈکیتی۔ زنا کی بابت حضرت مسیحؑ کا قول ہے: "تم سن چکے ہو کہ پہلے لوگوں سے کہا گیا تھا۔ کہ زنا نہ کرو لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی۔ وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔ (متی ۵-۲۷)۔ بہت اچھی تعلیم ہے۔ مگر قرآن نے اس کی تکمیل کرنے کو زنا کی سزا بھی مقرر فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (پ۱۸-ع۷) زانی مرد ہو یا عورت ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ یہ حکم مسیحی ارشاد کی تکمیل ہے۔ یعنی مسیحی ارشاد محض واعظانہ رنگ میں ہے۔ مگر قرآن مجید نے اس کو بغرض تکمیل تعزیر کی شکل میں پیش کیا۔ جناب مسیحؑ کے کلام میں بھی سزا کا ذکر ہے۔ مگر یہ سزا فاعل (زانی) کے اپنے اختیار میں ہے۔ چاہے وہ اس کو

اپنے اوپر جاری کرے یا نہ کرے۔ مگر قرآنی سزا حکومت کا فعل ہے۔ جس کا نفاذ یقینی ہے۔ بس یہی تکمیل ہے تمدن کے لئے۔ دوسرا بُرا فعل چوری اور ڈکیتی ہے۔ ان کی سزائیں بھی قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہیں۔ آیات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا (پ ۶ - ع ۱۰) (چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو)

(۲) اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط (پ ۶ ع ۹)

اس کے سوا کیا جزا ہے ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں کہ وہ قتل کر دئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں ایک دوسرے کے مخالف کاٹ دئے جائیں یا وہ اپنے ملک سے جلاوطن کر دیئے جائیں۔

(قرآن مجید پ ۶ - ع ۹)

چوتھی مثال قیامت یا روز جزا کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ بائبل میں قیامت کے متعلق صرف اتنا ذکر ملتا ہے۔ کہ نرسنگے کی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا جو اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کریں گے۔ (متی ۲۴ - ۳۱)۔ قرآن مجید نے جس تفصیل کے ساتھ قیامت کا ذکر کیا ہے۔ بائبل میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ قرآن مجید نے ہر ایک واقعہ کی تفصیل بتائی اور جنت اور دوزخ کا مفصل ذکر کیا۔ جو قرآن دانوں سے مخفی نہیں ہے۔ پس مختصر یہ ہے کہ قرآن مجید کتب سابقہ کی نسبت ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ دین اسلام کی مزید تکمیل و تفصیل اس کے مبلغ اول علیہ السلام نے اپنی سیرت پاک سے پاک کر دی۔ اس لئے ہمارا یہ دعویٰ ناقابل تردید ہے ؎

گر مصور صورت آں دلربا خواہد کشید — حیرتے دارم کہ نازش را چناں خواہد کشید

توقع ہے۔ بہائیہ کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید باوجود وحی الٰہی ہونے کے کتاب اقدس کے ذریعہ منسوخ ہے۔ اس لئے ہم منتظر ہیں کہ وہ قرآن مجید کے مقابلہ میں اقدس کی تعلیم کی برتری ثابت کریں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو دعویٰ نسخ کو واپس لیں ؎

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں — تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(۵ جولائی [illegible])